رسول کریم ﷺ کی متعدد شادیوں کی حکمتیں

اور اس سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ

تألیف

د. محمد علي الصابوني

اردو ترجمہ

جمشید عالم عبد السلام السلفی

مکتبۃ السلام

انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

رسولِ کریم ﷺ کی متعدد شادیوں کی حکمتیں

اور اس سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ

تالیف

دکتور محمد علی الصابونی

اردو ترجمہ

جمشید عالم عبد السلام السلفی

ناشر

مکتبۃ السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی

حرفِ اوّل

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خیر خلقه محمد و علیٰ آله وصحبه اجمعین ومن تبعهم بإحسان الیٰ یوم الدین، امابعد :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات تمام مسلمانوں کے لیے اُسوہ اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی ذات سے الفت و لگاؤ اور آپ کے فرامین سے محبت و شیفتگی ہر مسلمان کا واجبی فریضہ ہے۔ آپ کے فرمودات کی اطاعت و اتباع نیز آپ کی زندگی کو اُسوہ اور حرزِ جاں بنانا اور اُسی کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا ہر کلمہ گو مسلم کے لیے ناگزیر ہے۔اس لیے کہ آپ کی اطاعت و اتباع اور اُسوۂ زندگی کو اپنانے میں ہی دنیوی واُخروی نجات اور سعادت و کامرانی کا راز پنہاں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے رخصت ہوئے چودہ سو سال سے زائد کا طویل عرصہ بیت چکا ہے، مگر آپ کے ارشادات و فرمودات، آپ کے سنہرے و انمول فیصلے، آپ کی اندازِ گفتگو، آپ کی نشست و برخاست، آپ کی بود و باش، آپ کے قیام و طعام، لوگوں کے ساتھ آپ کے رویے، بچوں کے ساتھ آپ کی شفقتیں، اُمہات المؤمنین ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کی الفتیں، یتیموں کے ساتھ آپ کی محبتیں، غرض کہ آپ کی زندگی کے ایک ایک پل کی باتیں سیرت و احادیث کی کتابوں میں حرف بحرف مندرج ہیں۔اور چودہ سو سال کے طویل عرصے میں آپ کی سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر متعدد زبانوں میں لاتعداد کتابیں لکھی جا چکی ہیں، کچھ کتابیں مختصر ہیں تو کچھ کا دائرہ متوسط جب کہ کچھ ضخیم اور مطول ہیں، جن کے اندر

آپ کی زندگی کے ہر ہر گوشے پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور آج بھی متنوع انداز میں آپ کی سیرتِ طیبہ پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت یہ متبرک سلسلہ جاری رہے گا۔اِن شاء اللہ

لیکن افسوس کا پہلو یہ ہے کہ آج ہم ادبی، سیاسی، سماجی اور مختلف میدانوں میں قابلِ ذکر کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کی سوانح حیات تو خوب پڑھتے ہیں، اُن کے نام پر جرائد و رسائل کے خاص نمبر نکالتے ہیں، سیمینار اور کانفرنسیں کرتے ہیں، اُن کی زندگی کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے کارناموں پر فخر کرتے ہیں، اُن کے چھوڑے ہوئے ورثے کو آگے بڑھانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہم ہر قسم کی شخصیات کا مطالعہ کرتے ہیں، مگر پیارے آقا خاتم النبیین جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی سیرتِ طیبہ کا یا تو سِرے سے مطالعہ ہی نہیں کرتے یا مطالعہ کرتے بھی ہیں تو اُس جذبے اور لگن کے ساتھ نہیں کرتے جس خلوص اور لگن کے ساتھ کرنی چاہیے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ نہیں کیا جارہا ہے یا آپ ﷺ کی سیرت پر کام نہیں ہورہا ہے یقیناً ہورہا ہے، مگر اس کام کے دائرے کو مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے، آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اوراس کے مختلف پہلوؤں کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کرکے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے تئیں جو غلط تاثر قائم ہوگیا ہے، اُس پر قدغن لگ سکے اور غلط فہمیوں کے سیاہ بادل چھٹ سکیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں جو ریشہ دوانیاں کی جاتی ہیں یا آپ کے خلاف جو پروپیگنڈے کیے جارہے ہیں کسی حد تک اُس

پر قابو پایا جاسکے اور آپ کی بلند اخلاقی کے واقعات اور انسانیت نواز تعلیمات نیز آپ کی ذاتِ کامل کے تمام گوشے واضح اور روشن ہو سکیں۔

اِسی طرح مذہبی جلسوں اور پروگراموں میں ہم نے بارہا مشاہدہ کیا ہے کہ غیر مسلم طبقہ کو مدعو کیا جاتا ہے اور بڑی ہی عقیدت و محبت کے ساتھ اُن کی خدمت میں قرآن کریم کا نسخہ پیش کیا جاتا ہے، جو کہ دعوت و تبلیغ کے لیے یقیناً بڑا ہی مستحسن اقدام ہے، مگر میرا ذاتی خیال ہے کہ غیر مسلموں کو قرآن کریم سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی کتابوں کے ہندی اور انگریزی تراجم پیش کیے جائیں تو زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہوگا، کیوں کہ قرآن مجید کا نام سن کر ویسے ہی وہ متنفر ہوجاتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ وہ اُسے لے جاکر طاق نسیاں ہی میں رکھ دیتے ہوں، تاہم اس کے برعکس جب اُنھیں آپ کی سیرت پر مشتمل کتاب پیش کی جائے گی تو غالب گمان یہ ہے کہ وہ آپ کی سیرت پڑھیں گے اور جب وہ آپ کی سیرت کو پڑھیں گے، آپ کے اخلاق حسنہ و اوصاف حمیدہ کا مشاہدہ کریں گے، آپ کی ذات پر کیے گئے اعتراضات کی حقیقت و پھسپھساہٹ ان کے سامنے آئے گی اور لوگوں کے ساتھ آپ کے حُسنِ سلوک کا وہ ازخود مطالعہ کریں گے تو اُن کے سامنے آپ کی شخصیت کی مختلف جہتیں سامنے آئیں گی، عوام میں پھیلائے گئے شبہات و اباطیل کے بادل چھٹیں گے، غلط فہمیاں دور ہوں گی، جس سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ اُس کے بعد لامحالہ قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور اسلام کی آفاقی تعلیمات کے مطالعہ کی طرف اُن کا رجحان اور میلان بڑھے گا۔

موجودہ دور میں دینی تعلیم و تعلم سے یکسر نابلد ہمارے معاشرے میں رہنے والے عصری طبقہ کے بیشتر افراد کا یہ رجحان و مزاج بن چکا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ و سلم کی سیرت کا پڑھنا، اُس کا جائزہ لینا اور اُسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کرنا صرف طبقۂ علماء کا کام ہے، حالاں کہ یہ غلط سوچ اور سراسر ناانصافی کی بات ہے۔ کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت کا اقرار صرف علماء کے طبقہ نے نہیں کیا ہے، بلکہ ہر فردِ مسلم کا ایمان و ایقان ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری و سچے رسول ہیں، اس لیے بحیثیتِ مسلمان ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا مکمل آئیڈیل، نمونہ اور رول ماڈل بنانے کے لیے آپ کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کریں، آپ کی عادات و اطوار پر گہری نظر ڈالیں، آپ کی نشست و برخاست پر غور کریں، آپ کے بول چال کو پرکھیں اور سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں کو اپنی زندگی میں برتیں اور دشمنانِ اسلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ بگاڑنے کی جو ناروا کوشش کی ہے اس کی زہر آلودگی سے خود بھی واقف ہوں اور دوسروں کی غلط فہمیوں کو بھی دور کریں نیز پیغمبرِ اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اغیار و دشمنانِ اسلام کی جانب سے لگائے گئے اعتراضات کی حقیقت کو سمجھیں تاکہ لوگوں کے دلوں میں پنپنے والے غلط افکار و خیالات کی بخوبی تردید کر سکیں۔

لوگوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ اور سلوک کیسا تھا؟ ازواجِ مطہرات کے ساتھ آپ کس طرح پیش آتے تھے؟ بچوں کے ساتھ آپ کے رویے کیا تھے؟ قیدیوں، غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ آپ کیسا سلوک کرتے تھے؟ بادشاہوں اور فرماں رواؤں کے پاس آپ

کے بھیجے گئے خطوط کس نوعیت کے ہوتے تھے؟ آپ جنگی معرکے کس طرح سر کرتے تھے؟ جنگوں میں مدِ مقابل کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے؟ نیز حدود وتعزیرات کا نفاذ کس طرح کرتے تھے؟ غرض کہ آپ کی زندگی کے ہر ہر نکتے اور پہلو پر غور کرنے اور اُسے اپنی زندگی میں برتنے کی ضرورت ہے کیوں کہ اللہ رب العالمین کے فرمان ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب:۲۱] کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہمارے لیے اُسوہ اور نمونہ ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور کی شخصیت میں کامیابی کی راہ ڈھونڈنا بے وقوفی اور ہمارے لیے سراسر خسارہ ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم خود بھی سیرتِ نبوی کا وسیع اور گہرا مطالعہ کریں اور اپنے اہل و عیال، رشتہ دار اور واقف کاروں کو بھی اُس کے مطالعہ کی طرف راغب کریں اِس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے چشم پوشی کرکے نہ ہم اپنی دنیوی زندگی کو پُرسکون بنا سکتے ہیں اور نہ آخرت ہی میں فوز و فلاح اور بہتر نتائج کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں صرف شخصی تعارف اور آپ کی سوانح عمری ہی نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کے عروج وارتقاء کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور اس کے ذریعہ ایک بہتر و مکمل زندگی گزارنے کا واضح عملی نمونہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

جس عالی کردار نبی کی پوری زندگی انتہائی صاف و شفاف حالت میں گزری، اپنوں کی بات چھوڑیے دشمن بھی آپ کی ذات و سیرت پر انگشت نمائی نہ کر سکے، پوری سیرتِ نبوی کا مطالعہ کر ڈالیے آپ کہیں بھی نہیں پائیں گے کہ کفارِ مکہ نے آپ کی سیرت و کردار پر حملہ کیا ہو، جس نے عین عنفوانِ شباب میں اپنی عمر سے بڑی بیوہ عورت سے شادی کی ہو اور پھر تنہا اسی ایک کے ساتھ جوانی کے پچیس سال گزار دیے ہوں اور پھر

بڑھاپے کی عمر میں پہنچنے کے بعد، جب کہ جنسی تحریک کی رغبت میں کمی آجاتی ہے، مختلف اغراض و مقاصد کے تحت زیادہ تر بیوہ خواتین سے شادی کی ہو، اس نبی کے بارے میں یہ اعتراض کرنا کہ اس نے خواہشاتِ نفسانی سے مجبور ہوکر متعدد شادیاں کیں انتہائی نامعقول اور عقل و خرد میں نہ آنے والی بات ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا تعلق سیرتِ نبوی کے اسی اہم گوشے سے ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کے تعلق سے دشمنانِ اسلام کی جانب سے پھیلائے گئے شبہات و اباطیل کا بڑے اختصار کے ساتھ نہایت عمدہ اور جامع انداز میں جائزہ لیا گیا ہے۔

پہلے عمومی طور پر تعددِ زوجات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی و تشریعی اور اجتماعی و سیاسی حکمتوں اور مصلحتوں پر پُر مغز گفتگو کی گئی ہے اور پھر اس کے بعد مستقل طور پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر بیوی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کی حکمت و مصلحت کو جداگانہ طور پر بیان کیا گیا ہے، اندازِ بیان انتہائی محکم و جامع ہے۔

دراصل یہ کتاب معروف عالمِ دین اور مفسرِ قرآن شیخ محمد علی صابونی رحمہ اللہ کا وہ محاضرہ ہے، جسے انھوں نے ماہِ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ میں بروز سوم حجاج کرام کے وفود کے سامنے رابطہ عالمِ اسلامی مکہ مکرمہ کے مقامِ مرکز میں دیا تھا اور پھر یہی محاضرہ ۱۴۰۰ھ میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

شیخ محمد علی صابونی بن شیخ جمیل صابونی رحمہ اللہ کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۳۰ء میں شام کے شہر حلب میں ہوئی اور وفات ۱۹ / مارچ ۲۰۲۱ء میں ترکی کے شہر یالووا استنبول میں ہوئی، جامعہ ام القریٰ اور مسجدِ حرام وغیرہ میں انھوں نے درس دیا، زندگی کا بیشتر حصہ قرآن کریم کی خدمت میں گزرا۔ ان کے یہاں اگرچہ کچھ فکری و عقدی انحرافات پائے جاتے ہیں، بالخصوص ان کی تفاسیر میں صفاتِ باری تعالیٰ کے تعلق سے شدید قسم کی لغزش

پائی جاتی ہے، جس پر عالمِ عرب کے معتبر اہلِ علم نے بجا طور پر رد کیا ہے، مگر یہ کتاب اس طرح کی گمراہی سے مبرا ہے، اسی لیے ترجمہ کی خاطر اس کتاب کا انتخاب کیا گیا ہے اور پھر نہایت اختصار کے ساتھ انتہائی جامع انداز میں اعتراضات کو رفع کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ ہمارے بڑے بھائی مولانا جمشید عالم عبد السلام سلفؔی حفظہ اللہ نے تقریباً ۲۰۱۲ء کے اواخر میں کیا تھا اور پھر یہ ترجمہ شدہ مقالہ ۲۰۱۳ء و ۲۰۱۴ء کے درمیانی وقفوں میں ماہنامہ "السراج" جھنڈا نگر کے کئی شماروں میں بالاقساط شائع ہوا تھا۔ عربی کتاب کی اہمیت و افادیت اور پذیرائی کی وجہ سے اردو داں طبقہ کے لیے اس کا اردو ترجمہ "مكتبة السلام" انتری بازار کی جانب سے کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ امید کہ قارئین کرام اس کتاب سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر لگائے گئے الزامات کی حقیقت سے واقف ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو مؤلف و مترجم اور ناشر و دیگر معاونین کے حق میں صدقۂ جاریہ بنائے اور متلاشیانِ حق کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے، نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب العالمین! ہم تمام مسلمانوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کو پڑھنے، سمجھنے، اُسے فروغ دینے اور اُسی کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما.... آمین! وصلی اللہ علیٰ نبیہ الکریم

والسلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته

خادمِ کتاب وسنت : محبوب عالم عبد السلام سلفؔی

مدیر: مكتبة السلام انتری بازار، شہرت گڑھ، سدھارتھ نگر، یوپی، انڈیا

۵/۸/۲۰۲۱ء

maktabatussalam1@gmail.com

تمہیدی کلمات

نحمد الله ونصلي ونسلم علىٰ صفوة خلقه، سيدنا محمد ﷺ، وعلى آله وصحبه والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد :

میں آپ لوگوں کی خدمت میں اسلامی سلام و پیام کا نذرانہ پیش کرتا ہوں، ایسا سلام جو اللہ کے نزدیک مبارک و پاکیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کو اپنی محبت ورضا جوئی پر جوڑ دے، ہمیں توفیق واخلاص سے نوازے اور قول و عمل میں درستی و راستی اور کمالِ ایمان نیز صدقِ یقین سے بہرہ ورفرمائے، بے شک وہی سننے والا اور دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشنے والا ہے۔

محترم بھائیو!

کیا آپ لوگوں نے روشن و بلند آفتاب کی جانب دیکھا ہے؟ عین دوپہر میں کوئی حجاب آفتاب کو محجوب نہیں کرسکتا اور نہ بادل و کہرا اسے چھپا سکتے ہیں، اگر کوئی انسان اس کے نور کو بجھانا چاہے یا اس کی ضیاء وکرن کو آنکھوں سے اوجھل کرنا چاہے تو اس کے منہ کا تھوکا اسی پر آئے گا یا کوئی اپنے چغہ کے ذریعہ آفتاب کو مستور کرنا چاہے تو کیا روشنی غائب ہوسکتی ہے؟ اور کیا کرن محجوب ہوسکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں!! ایسے ہی ہمارا آفتاب ہے، آج کی بابرکت مجلس میں ہم اُسی کے متعلق گفتگو کریں گے۔ ؎

تھوک اپنی گراتے ہیں منہ پر
چاند سورج پر تھوکنے والے

محترم بزرگو!

ہم آفتابِ آسمان کے بارے میں بات نہیں کریں گے، بلکہ زمین کے آفتاب کے بارے میں گفتگو کریں گے، ہم حرارت رساں سورج کے سلسلے میں بات نہیں کریں گے، بلکہ ہماری گفتگو راحت رساں آفتاب کے بارے میں ہوگی، کیا آپ لوگ اس آفتاب کو جانتے ہیں؟ درحقیقت یہ نبوت کا آفتاب ہے، رسالت کا آفتاب ہے، ہدایت و عرفان کا آفتاب ہے، یقیناً یہ روشن و چمک دار کرن ہے، انتہائی بلند نور ہے، سراج منیر ہے کہ جس کے ذریعہ اللہ نے زندگی کے الجھاؤ کو سلجھایا اور لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالا ہے۔ یہ ستودہ صفات ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ علیه افضل الصلوٰة والتسليم. اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ◉ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾ ترجمہ: "وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے، گو کافر برا مانیں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کردے اگرچہ مشرکین ناخوش ہوں۔" [الصف:۸-۹]

ؔ کوئی کہہ دے یہ ذرا وقت کے شیطانوں سے
خاک ہو جاتے ہیں سورج کو بجھانے والے

یہ زمین کا آفتاب ہے، جس کے تعلق سے ہماری گفتگو ہوگی، جس کے بارے میں قرآن کریم نے اس خوش گوار اور جامع وصف کے ذریعہ گفتگو کی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾ ترجمہ: ”اے نبی! یقیناً ہم نے آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوش خبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔“ [الأحزاب: ۴۵-۴۶]

”روشن چراغ“ کیا ہے؟ نبوت کا آفتاب ہے جو کہ نبی کی ضیاءوجاذب نظر شخصیت کے ذریعہ چمکی اور اس کی تیز ترین روشنی روئے زمین پر نمودار ہوئی تو آنکھ والوں نے دیکھا اور یک چشم واندھوں نے اس کا انکار کیا۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے اور یہ خوبی اللہ کی عطا کردہ ہے۔ ؎

وَ شمسُنا في سماءِ العِزِّ سَاطعةٌ

مَا ضرَّها حينَ تَعْمى عندَهَا العُورُ

ترجمہ: ہمارا آفتاب آسمانِ عزت میں بلند ہے، اندھوں کا اندھا پن اس کے لیے ضرر رساں نہیں ہے۔

دشمنانِ اسلام نے زمانۂ قدیم ہی سے نبیِ اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات اور ان کی رسالت کے سلسلے میں طعن وتشنیع اور ان کی معجزات وکرامات کے متعلق بغض و حسد سے کام لیا ہے، ان کی جانب باطل اور گڑھی ہوئی باتیں منسوب کرتے ہیں تاکہ مومنین کو ان کے دین کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا کریں، لوگوں کو آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے سے دور رکھیں۔ انبیاء ومرسلین کے حق میں اس طرح کی بہتان طرازی وافتراء پردازی اور گمراہ کن باتیں جو ہم سن رہے ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، مخلوقات کے سلسلے میں اللہ کی یہ سنت ہے اور اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوسکتی، اللہ تعالی نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيْرًا﴾ ترجمہ: ”اوراسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گناہ گاروں کو بنادیا ہے اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔“ [الفرقان : ۳۱]

ایک بنیادی شبہہ اور اس کا ازالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد شادیوں کی حکمت کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک کمزور شبہ کی تردید ہو جائے، جسے دشمنوں میں سے کینہ توز صلیبیوں اور مغربی متعصبین نے خوب بڑھا چڑھا کر بیان کر رکھا ہے۔ اسے یہ لوگ بکثرت بیان کرتے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ عقائدِ صحیحہ کو فاسد کریں اور حقائق پر پردہ ڈالیں اور صاحبِ رسالت محمد بن عبد اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی عظمت کو پالیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ”محمد (ﷺ) ایک شہوت پرست آدمی تھے (معاذ اللہ) وہ اپنی شہوات و خواہشات کے تابع تھے اور وہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے تھے، انھوں نے ایک یا چار بیویوں پر اکتفا نہیں کیا، جیسا کہ اپنے متبعین پر واجب کر رکھا ہے، بلکہ متعدد بیویاں رکھیں، انھوں نے شہوت وخواہش کی جانب میلان ورجحان کی وجہ سے نو یا اس سے زیادہ عورتوں سے شادی کی۔“ اسی طرح یہ الزام تراشی بھی کرتے ہیں : ”عیسیٰ اور محمد (صلوات اللہ وسلامہ علیہما) کے درمیان بہت بڑا اور عظیم فرق ہے، خواہشات پر غالب اور اپنے نفس سے مجاہدہ کرنے والے عیسیٰ ابن مریم اور خواہشات کے تابع نیز شہوات کے پیچھے دوڑنے والے محمد (ﷺ) کے مابین کافی فرق ہے۔“

﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُوْلُوْنَ إِلَّا كَذِبًا﴾ ”یہ تہمت بہت بڑی ہے جو ان کے منہ سے نکل رہی ہے وہ نِرا جھوٹ بک رہے ہیں۔“ [الکھف:۵]

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ کینہ پرور اور افتراء پرداز ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز شہوت پرست نہیں تھے، بے شک وہ رسول اور انسان تھے، انھوں نے شادی کی جس طرح کہ ایک بشر شادی کرتا ہے تاکہ وہ برابری اور انصاف کی راہ اپنانے میں لوگوں کے لیے اسوہ وقدوہ ہوں، وہ نہ معبود تھے اور نہ معبود کے بیٹے، جیسا کہ نصاریٰ اپنے نبیوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں، بے شک وہ انسانوں کی طرح ایک بشر تھے۔ بس وحی اور رسالت کی وجہ سے اُنھیں انسانوں پر فضیلت و برتری حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ ترجمہ: ”آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے۔“ [الکہف:۱۱۰]

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے کے رسول جیسے تھے ویسے ہی آپ ﷺ بھی تھے، کوئی نئے طرح کے رسول نہیں تھے کہ آپ انبیائے سابقین کی سنت کی مخالفت کرتے یا ان کے طریقے سے روگردانی کرتے۔ [جس طرح انبیائے سابقین نے کئی شادیاں کی تھیں اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی متعدد شادیاں کیں] انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق اللہ عزوجل کا یہ فرمان قرآن کریم میں بیان ہوا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾ ترجمہ: ”اور ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔“ [الرعد:۳۸]

پس معلوم ہوا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ لوگ طوفان اور شرارے پھیلاتے ہیں، لیکن کسی کہنے والے نے کہا ہے۔ ؂

قد تنكرُ العينُ ضوءَ الشمسِ مِن رَمَد   وينكرُ الفمُ طعمَ الماءِ مِن سَقَم

ترجمہ:یقیناً آنکھ آشوبِ چشم کی وجہ سے آفتاب کی روشنی کا انکار کرتی ہے اور بیماری کی وجہ سے منہ پانی کے ذائقے کا انکار کرتا ہے۔

اللہ تعالی نے سچ فرمایاہے:

﴿فَإِنَّهَا لَاتَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِي فِي الصُّدُوْرِ﴾

ترجمہ: ”بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“ [الحج:۴۶]

دو اہم اساسی نکتے :

محترم بھائیو! یہاں ہم آپ کا ذہن دو اہم اساسی نکات کی جانب مبذول کرنا چاہتے ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے شبہات کو دفع کرتے ہیں اور ہر گناہ گار اور مفتر شخص کے لیے شبہات و اباطیل کا دروازہ سرے ہی سے بند کر دیتے ہیں، صاحبِ رسالت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و محافظ شخص پر واجب ہے کہ وہ ان نکات سے غافل نہ رہے، امہات المومنین اور تعدد زوجات طاہرات رضوان اللہ علیہن کی حکمت پر گفتگو اور بحث و مباحثہ کے وقت ان نکات کو اپنے سامنے رکھنا از حد ضروری ہے :

❶ پہلی بات تو یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے یعنی پچاس سال کی عمر کو تجاوز کر جانے کے بعد اس قدر شادیاں کیں۔

❷ دوسری بات یہ کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات ثیبہ وشوہر دیدہ اور بیوہ تھیں۔ اکیلی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی باکرہ تھیں اور آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں اِنھیں یہ انفرادیت حاصل تھی کہ آپ نے ان سے ان کی دوشیزگی و کنوارے پن کی حالت میں شادی فرمائی۔

ان دونوں نکتوں کی تفصیل سے مذکورہ تہمت کی پھسپھساہٹ کی وضاحت اور اس دعوے کی تردید ہو جاتی ہے، جسے کینہ توز مستشرقین نے آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے جوڑ رکھا ہے۔

آپ ﷺ کی شادی کا مقصد شہوت کے پیچھے دوڑنا، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنا، محض عورتوں سے متلذذ ہونا ہوتا تو آپ ﷺ اپنی نوجوانی کی عمر میں کئی کئی شادی کرتے نہ کہ بڑھاپے کی عمر میں اور آپ کنواری و باکرہ عورتوں سے شادی کرتے نہ کہ بوڑھی، عمر دراز اور بیوہ عورتوں سے شادی کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے چہرے پر خوشبو کے نشان تھے، آپ ﷺ نے اس وقت ان سے پوچھا:

"کیا تم نے شادی کی ہے؟" انھوں نے جواب دیا: ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا: "باکرہ سے یا ثیبہ سے؟" انھوں نے جواب دیا: ثیبہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کنواری سے کیوں نہیں شادی کی؟ کہ تو اس کے ساتھ کھیلتا اور وہ تیرے ساتھ کھیلتی، تو اس سے لطف اندوز ہوتا اور وہ تجھ سے لطف اندوز ہوتی۔" [صحیح بخاری:۵۳۶۷، صحیح مسلم:۷۱۵]

غور فرمائیں! کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو کنواری دوشیزہ سے شادی کرنے کا مشورہ دیا گویا کہ آپ ﷺ طریقِ استمتاع اور قضائے شہوت کے طریقے سے بخوبی واقف تھے۔ تو کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ باکرہ و کنواری عورتوں کو چھوڑ کر آپ ﷺ نے زیادہ تر بیوہ عورتوں سے کیوں شادی کی؟ مزید یہ کہ عنفوانِ شباب اور جوانی کی عمر کو چھوڑ کر شیخوخیت اور بڑھاپے کی عمر میں متعدد شادیاں کیوں کی؟ جب کہ آپ ﷺ کا مقصد بقول دشمنانِ اسلام محض تلذذ و شہوت تھا؟

یہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے فدا تھے، اگر آپ ﷺ ان سے حسن و خوب صورتی کی پیکر دوشیزہ اور کنواری لڑکیوں سے شادی کا مطالبہ کرتے تو وہ اس حکم کی بجا آوری میں تاخیر نہ کرتے، تو پھر کیوں نہیں آپ ﷺ نے عمر کے ابتدائی حصے اور عین شباب میں بیویوں کی تعداد بڑھائی؟ اور پھر کنواری عورتوں کو چھوڑ کر بیوہ عورتوں سے کیوں شادی کی؟

یہ بنیادی سوال ہر طرح کی بڑبڑاہٹ اور افتراء کو رفع کر دیتا ہے نیز ہر طرح کے بہتان وشبہے کا ابطال اور ہر دروغ گو، خطا کار، قدسیتِ رسول کو تار تار کرنے کے خواست گار اور شہرتِ رسول پر نظرِ بد ڈالنے والوں کی تردید کرتا ہے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی زواج کا مقصد محض خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل اور شہوت رانی نہیں تھی، بلکہ نبی کی کثرتِ ازدواج کے پیچھے مہتم بالشان اور عمدہ واعلیٰ حکمتیں اور مصلحتیں نیز بلند ترین اہداف و مقاصد پنہاں تھے۔ عنقریب آئندہ سطور میں دشمنانِ اسلام کے لیے نبی کی کثرتِ ازدواج کی جلالت وعلو شان کو بیان کیا جائے گا۔ اگر وہ اندھی عصبیت کو ترک کر دیں اور عقل و وجدان سے فیصلہ کریں تو اس ازدواجی تعلق میں اس فاضل وکریم انسان اور نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں عمدہ واعلیٰ نمونہ پائیں گے کہ وہ ذاتِ گرامی کس طرح دوسروں کی مصلحت اور دعوتِ دین کی مصلحت کی خاطر اسلام کی راہ میں اپنی راحت کو نثار کر دیتا ہے۔ عنقریب آپ اس کی تفصیل آگے پڑھیں گے۔

[’’نبی ﷺ کی مبارک زندگی پر نظر ڈالو کہ ترسٹھ (۶۳) سال میں سے ابتدائی پچیس (۲۵) سال حضور کے کمالِ تجرد سے گزرتے ہیں، جس بزرگ نے ۲۵/ سال تک عنفوانِ شباب اور جوشِ جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ پورا کیا اور جس کے حسنِ مردانہ کے کمال نے اعلیٰ سے اعلیٰ خواتین کو اس سے تزویج کا آرزومند کر دیا ہو پھر بھی ربع صدی تک اس کے تجرد و تفرد پر کوئی شیٔ غالب نہ آئی ہو، کیا ایسے

شخص کی نسبت اعلیٰ رائے قائم نہیں ہوتی؟ جس مقدس ہستی نے ۲۵/ سے ۵۰/ سال تک کی عمر کا زمانہ ایسی خاتون کے ساتھ بسر کیا ہو جو عمر میں ان سے ۱۵/سال بڑی اور ان سے پیشتر دو شوہروں کی بیوی رہ کر کئی بچوں کی ماں بن کر معمر ہو چکی ہو اور پھر اس ربع صدی کے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل بستگی و محبت میں ذرا کمی نہ آئی ہو، بلکہ اس کے مر جانے کے بعد بھی ہمیشہ اس کی یاد کو تازہ رکھا ہو، کیا ان کی نسبت کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تزویج کی وجہ وہی تھی جو عام طور پر پرستارانِ حسن کی شادیوں میں پائی جایا کرتی ہے؟" (ماخوذ از: رحمۃ للعالمین ۲/ ۱۳۱)]

تعدد زوجاتِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حِکَم و مصالح

تعدد زوجات رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حکمت بکثرت و متنوع ہیں، درج ذیل نکات کی روشنی میں ہم انھیں بیان کررہے ہیں :

اوّل : تعلیمی حکمت

دوم : تشریعی حکمت

سوم : معاشرتی حکمت

چہارم : سیاسی حکمت

آنے والے صفحات میں ہم اِنھیں چاروں حکمتوں کے تحت بالاختصار کلام کریں گے اور اس کے بعد باصفا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے سلسلے میں گفتگو کریں گے نیز ہر ایک بیوی کے ساتھ شادی کی حکمت پر مستقل گفتگو ہوگی، اللہ پر بھروسہ کر کے ہم اپنی بات شروع کررہے ہیں۔

❶ تعلیمی حکمت :

تعددِ زوجات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اساسی و بنیادی مقصد عورتوں میں سے چند معلمات تیار کرنا تھا تاکہ وہ عورتوں کو شرعی احکام سکھلائیں، کیوں کہ معاشرے میں بسنے والے افراد میں سے نصف تعداد عورتوں کی ہے اور مردوں کی طرح ان پر بھی احکامِ شرعیہ فرض ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض شرعی امور کی تفتیش میں اکثر و بیش تر عورتیں حیا کرتی تھیں بالخصوص اپنے متعلقہ مسائل مثلاً حیض ونفاس اور جنابت و امورِ زوجیت وغیرہ کے احکام پوچھنے میں۔ عورتیں اس طرح کے مسائل پوچھنے آتیں تو ایسا بھی ہوتا کہ کبھی کبھار ان پر حیا غالب آجاتا تھا

اور پھر آپ ﷺ بھی سراپا حیا کے پیکر و مجسم تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ گوشہ نشین باپردہ کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ [صحیح بخاری: ۳۵۶۲، صحیح مسلم: ۲۳۲۰] چناں چہ بسااوقات آپ ﷺ عورتوں کی جانب سے پیش کیے گئے سوال کے جواب دینے کی خود میں تاب نہ پا کر صراحت میں نہ جاتے ہوئے اشارہ و تعریض سے کام لیتے تھے، بلکہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کنایۃً بیان کرتے تھے، جس کی وجہ سے کبھی کبھار بعض عورتیں آپ ﷺ کے اشارہ و کنایہ کی مراد کو سمجھ نہیں پاتی تھیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاریہ عورت نے غسلِ حیض کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ وہ کیسے غسل کرے اور فرمایا: "کستوری لگا ہوا روئی کا ایک ٹکڑا لے لو اور اس سے صفائی کرلو۔" اس نے پوچھا کہ اس سے کیسے پاکی حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ذریعہ پاکی حاصل کرو، انھوں نے پھر پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیسے پاکی حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اسی کے ذریعہ پاکی حاصل کرو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے انھیں اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا: اسے اس اور اس جگہ رکھ اور اس سے نشانِ خون کو صاف کرلے اور میں نے رکھنے کی جگہ کی نشان دہی کردی۔ [صحیح بخاری: ۳۱۴، صحیح مسلم: ۳۳۲]

یعنی کہ آپ ﷺ اس طرح کی تصریحات سے حیا کرتے تھے اور بہت کم ایسی عورتیں تھیں جو اپنے نفس و حیا پر قابو پاکر اپنے سلسلے میں واقع مسئلہ کے بارے میں واضح طور پر سوال کرتیں۔

یہاں ہم بطور مثال صحیحین میں وارد ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی اسی طرح کی ایک حدیث ذکر کر رہے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

”ام سُلیم (ابو طلحہ کی بیوی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیا نہیں کرتا، آپ بتائیں کہ عورت جب محتلم ہوجائے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! جب وہ پانی (یعنی منی) دیکھے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: تم نے عورتوں کو رسوا کر دیا، تیری بربادی ہو کیا عورتوں کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: اگر ایسا نہ ہوتا تو بچہ عورت کے مشابہ کیسے ہوتا؟ [صحیح بخاری:۱۳۰، صحیح مسلم:۳۱۳]

آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جنین مرد و عورت کے پانی کے باہمی امتزاج سے تولید پاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی وہ اپنی ماں کے مشابہ بھی ہوا کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ ترجمہ: ”بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔“ [الدھر:۲]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”امشاج کے معنیٰ اخلاط یعنی باہم مخلوط ہونے کے ہیں، چناں چہ باہم ایک دوسرے میں مخلوط شئ کو ”المشج“ اور ”المشیج“ کہتے ہیں، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: امشاج کا مطلب ہے مرد و عورت دونوں کے پانی کا باہم ملنا اور اکٹھا ہونا....“

غرض کہ اس طرح کے گنجلک و پوشیدہ قسم کے سوالات تھے، جن کے جواب کی ذمہ داری ازواجِ مطہرات کے سپرد تھی اور وہ آپ ﷺ سے سیکھ کر جواب دے دیا کرتی تھیں، جیسا کہ اس سلسلے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں:

”انصار کی عورتیں کتنی اچھی تھیں [اللہ ان پر رحم کرے] دین کی فقاہت حاصل کرنے میں حیاان کے لیے رکاوٹ نہیں بنی۔“ [صحیح بخاری معلقا قبل حدیث:۱۳۰، صحیح مسلم:۳۳۲]

چناں چہ رات کی تاریکی میں عورتیں دین کے بعض امور اور حیض ونفاس و جنابت و غیرہ کے احکام پوچھنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتی تھیں۔ نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویاں عورتوں کے لیے بہترین معلمہ ثابت ہوتی تھیں اور انھیں اچھی طرح مسئلہ سمجھا دیتی تھیں۔ اس طرح عورتوں نے دینِ الٰہی کی سمجھ اور تفقہ حاصل کیا۔

یہ معلوم و معروف بات ہے کہ سنتِ مطہرہ صرف نبی کے قول تک محدود نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کا قول و فعل اور تقریر ہر ایک سنت میں شامل ہے اور یہ تمام کے تمام تشریعی حیثیت رکھتے ہیں، ان تمام امور کی اتباع امت پر واجب ہے۔ غور کریں! اگر یہ ازواجِ مطہرات نہ ہوتیں کہ جنھیں اللہ نے شرف و منزلت بخشا اور امہات المؤمنین قرار دیا اور انھیں دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہونے کے شرف سے مشرف کیا، تو آپ ﷺ کے گھریلو احوال و اطوار اور افعال و اخبار ہم تک کیسے پہنچتے؟

[اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امہات المومنین خواتین ملت کو دینی تعلیم سے بہرہ ور کرتی تھیں، ان کے پوشیدہ مسائل کو حل کرتی تھیں، ان کے پیش آمدہ مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھیں اور نبوی جواب کو انھیں اچھی طرح سمجھاتی تھیں۔ ازواجِ مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام گھریلو حالات، عادات و اطوار، عائلی مسائل، خانگی معاملات اور گھر کے اندر پیش آنے والے اقوال و افعال و تقاریر و عبادات کو اچھی طرح ذہن نشین رکھتی تھیں اور پھر انھوں نے پوری امانت و

دیانت داری کے ساتھ امت تک ان چیزوں کو پہنچایا اور بہتیرے مشکل علمی و عائلی مسائل و احکام میں امت کی رہبری فرمائی۔]

بلا شک و شبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باز بیویوں کو آپ ﷺ کے ذاتی وگھریلو احوال و اطوار و افعال کے بیان کرنے میں بڑا مرتبہ حاصل ہے، اُنھِی زوجات میں سے بہت سی آپ ﷺ سے سیکھ کر معلمات و محدثات ہوئیں اور قوتِ حفظ واتقان نیز ذکاوت و مہارت میں شہرت حاصل کیا۔ [چناں چہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خانگی حالات امت تک پہنچانے کا سہرا زیادہ تر امہات المؤمنین ہی کے سر ہے، ان میں بھی بالخصوص وہ امہات المؤمنین جنھوں نے طویل عمر پائی، مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ انھوں نے نبی ﷺ کے افعال و اقوال خوب خوب روایت کیے۔ (دیکھیے: الرحیق المختوم ص: ۷۴۵)]

❷ تشریعی حکمت:

اب ہم تشریعی حکمت کے تعلق سے گفتگو کریں گے جو کہ تعددِ زوجات رسول ﷺ کا ایک اہم جزء و حصہ ہے۔ اور یہ نہات ظاہر وباہر حکمت ہے، چناں چہ تعددِ زوجات کا ایک مقصد بعض مکروہ و ناپسندیدہ جاہلی عادات کا ابطال ہے۔اس کی مثال میں ہم بدعتِ تبنیت کو پیش کر سکتے ہیں۔اسلام کی آمد سے قبل عرب متبنیٰ بنایا کرتے تھے جو ان کا ایک متوارث دین تھا، لوگ کسی ایسے لڑکے کو منہ بولا بیٹا بنالیتے تھے جو ان کی نسل کا نہیں ہوتا تھا۔ اسے صلبی بیٹے کے حکم میں رکھتے اور اسے اپنا ایسا حقیقی بیٹا بنالیتے تھے جو کہ نسب، وراثت، طلاق اور محرمات و مصاہرت و نکاح وغیرہ جمیع احوال میں حقیقی بیٹے کے حکم میں ہوا کرتا تھا اور جسے لوگ اسی عرفیت سے جانتے تھے۔ یہ ایک ایسا تقلیدی دین تھا، جس کی اتباع وپیروی زمانۂ جاہلیت میں کی جاتی تھی۔

جب ان میں کا کوئی شخص دوسرے کے لڑکے کو اپنا متبنّیٰ بنانا چاہتا تو اس سے کہتا تھا: ”تو میرا بیٹا ہے، میں تجھ کو اپنا وارث بناتا ہوں اور تو میرا وارث ہے۔“

اسلام نے ابھی اس فعلِ باطل کو نہ ثابت کیا تھا اور نہ اس کے ترک کرنے کی بات کہی تھی، لوگ جہالت کی تاریکیوں میں سرگرداں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی، بایں طور کہ بعثتِ نبوی سے قبل آپ ﷺ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ آپ کسی کو اپنا متبنّیٰ بنائیں، چناں چہ آپ ﷺ نے اسلام سے قبل عربوں کی عادت کے مطابق سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا متبنّیٰ یعنی منہ بولا بیٹا بنالیا۔

زید رضی اللہ عنہ کو متبنّیٰ بنانے کے بارے میں مفسرین و اہلِ سیر نے نہایت عجیب و غریب اور پُرکشش و جاذبِ نظر حکمتیں بیان کر رکھی ہیں، اختصار کے پیشِ نظر یہاں ان کا ذکر کرنا ممکن نہیں ہے۔ بہر حال سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا متبنّیٰ بنایا، جنھیں آپ کے متبنّیٰ بنائے جانے کے بعد لوگ ”زید بن محمد“ کہہ کر پکارتے تھے۔ صحیحین میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں :

”زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام تھے، ہم انھیں ”زید بن محمد“ کہہ کر پکارتے تھے، یہاں تک کہ قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ کا نزول ہوا :﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ:”لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف نسبت کرکے بلاؤ اللہ کے نزدیک پورا حساب یہی ہے۔“ [الاحزاب : ۵]

[صحیح بخاری:۴۷۸۲، صحیح مسلم:۲۴۲۵] پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں زید بن حارثہ بن شراحیل قرار دیا۔

آپ ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش اسدیہ سے کردی تھی، زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ ایک مدت تک بود

وباش اختیار کی، لیکن ابھی دونوں کی ہمنوائی دراز نہیں ہو پائی تھی کہ دونوں کے تعلقات بگڑ گئے اور آپس میں اَن بَن پیدا ہوگئی، زینب رضی اللہ عنہانے زید رضی اللہ عنہ سے درشت کلامی کرلی، ان کا گمان تھا کہ وہ زید رضی اللہ عنہ سے اشرف ہیں کیوں کہ زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لے پالک ہونے سے قبل غلام تھے اور وہ حسب ونسب والی تھیں۔

چناں چہ حکمتِ الٰہی کے تحت زید رضی اللہ عنہ نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو اللہ تعالی نے بدعتِ تبنیت کو باطل قرار دینے اور جاہلیت کے اس طریقے کو ختم کرکے اسلامی قانون نافذ کرنے کے لیے اپنے رسول کو ان سے شادی کرنے کا حکم دے دیا، لیکن آپ ﷺ منافقین و فجار کی زبان درازی سے خوف کھاتے تھے کہ وہ لوگ آپ ﷺ کے بارے میں چہ میگوئیاں کریں گے اور کہیں گے کہ محمد (ﷺ) نے اپنی بہو سے شادی کرلی، چناں چہ آپ ﷺ اس پس وپیش اور ہچکچاہٹ کی وجہ سے ان سے شادی کرنے سے گریزاں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں شدید عتاب نازل فرمایا:

﴿وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَايَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُاللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ ترجمہ: ”اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے، پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کرلی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں، اللہ کا یہ حکم توہو کر رہنے والا تھا۔“ [الاحزاب:٣٧]

اس طرح تبنیت کا حکم اختتام پذیر ہوا اور جاہلی عادات میں سے رائج اس غیر معتبر تقلیدي دین کی تردید و تبطیل ہوئی، جس سے روگردانی اختیار کرنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ مزید اس جدید الٰہی قانون کی تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا : ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ ترجمہ: ”(لوگو!) تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں ہیں، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔“ [الاحزاب:۴۰]

آپ ﷺ کی یہ شادی حکمِ الٰہی کے بموجب ہوئی تھی نہ کہ شہوت و ہویٰ پرستی کی اتباع میں، جیسا کہ بعض دروغ گو و افترا پرداز دشمنانِ اسلام کا کہنا ہے۔ درحقیقت اس کے پیچھے ایک اہم و متبرک مقصد پوشیدہ تھا یعنی جاہلی عادات کا ابطال، خود اللہ تعالیٰ نے بھی اس شادی کے مقصد کو واضح کر دیا ہے :

﴿لِكَيْ لَايَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا﴾ ”تاکہ مسلمانوں پر اپنے لےپالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کر لیں۔“ [الاحزاب:۳۷]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر فخر کیا کرتی تھیں، کہتی تھیں : تم لوگوں کی شادیاں تمھارے خاندان والوں نے کی ہے اور میری شادی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی ہے۔ [صحیح بخاری:۷۴۲۰]

معلوم ہوا کہ یہ شادی اللہ حکیم و علیم کی جانب سے تشریعی حکمت کی وجہ سے ہوئی تھی جو ہمارے لیے شریعت بن گیا، یہ اللہ کی دقیق و باریک حکمت میں سے ہے،

جس کے ذریعہ اس نے عقل وفہم کا احاطہ کر رکھا ہے، سچ فرمایا: ﴿وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا﴾ ترجمہ : ”اور تمھیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔“ [بنی اسرائیل:۸۵]

❸ معاشرتی حکمت :

تعددِ زوجات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری حکمت اجتماعی و معاشرتی حکمت ہے اور یہ حکمت رسول اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ اوّل صدیق اکبر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹیوں کی شادی میں واضح انداز میں ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے ساتھ مصاہرت ونسب میں ہم آہنگی اور قریش کی بعض عورتوں سے شادی کرنے میں اس حکمت کی توضیح ہوتی ہے۔

عرب کے متعدد خاندانوں میں کئی شادیاں کرنے کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان گروہ و قبائل کے مابین ایک مضبوط و موثق رابطہ قائم ہوگیا اوران قبائل کے دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہوگئے، وہ لوگ ایمان لے آئے نیز آپ کی تعظیم کرنے اور آپ ﷺ کو اپنا پیشوا سمجھنے میں آپ کی دعوت کے لٹو ہو گئے۔

لوگوں میں رسول اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جو سب سے زیادہ محبوب اور قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے زیادہ باعظمت تھے، آپ نے ان کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے، جنھوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت فرمائی، دینِ الٰہی کی نصرت و سبیل میں اپنے نفس وروح اور مال کو بے دریغ پیش کیا، رسول کا دفاع کیا، راہِ اسلام میں اذیتیں برداشت کیں، چناں چہ آپ ﷺ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

”کسی کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے، مگر یہ کہ ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے سوائے ابو بکر کے، اس لیے کہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے، جس کا پورا پورا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دے گا، کسی کے مال نے مجھے اس قدر فائدہ نہیں پہنچایا جتنا کہ ابو بکر کے مال نے فائدہ پہنچایا، کسی کے سامنے میں نے اسلام نہیں پیش کیا، مگر یہ کہ اس نے تردد سے کام لیا اور پیچھے ہٹ گیا سوائے ابو بکر کے کہ انھوں نے توقف نہیں کیا اور پیچھے نہیں ہٹے۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل [گہرا دوست] بناتا تو ابو بکر ہی کو خلیل بناتا۔ سن لو! تمھارا یہ ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔“ [1]

---

[1] مذکورہ بالا روایت سنن ترمذی میں اس طرح مروی ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ، فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللَّهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ)) ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی کا ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جسے میں نے چکا نہ دیا ہو سوائے ابو بکر کے، کیوں کہ ان کا ہمارے اوپر اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کا پورا پورا بدلہ اللہ ہی قیامت کے دن انھیں دے گا۔ کسی کے مال سے کبھی بھی مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچا جتنا مجھے ابو بکر کے مال نے پہنچایا ہے، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، سن لو! تمھارا یہ ساتھی اللہ کا خلیل ہے۔“ [سنن ترمذی: ۳۶۶۱، چوں کہ اس حدیث کی سند میں داؤد بن یزید اَودی نامی راوی ضعیف ہیں، اس لیے شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بعد کے ٹکڑے کو یعنی وَمَا نَفَعَنِي سے آخر تک کے جملے کو شواہد و متابعات کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے۔] حقیقت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اور ان کے مال و دولت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیز اسلام اور مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی، وہ ہر محاذ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سینہ سپر رہے اور ہمہ وقت اپنی دولت کو نبی کے

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فدا کاری کا بدلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اس طرح دیا کہ ان کی صاحبزادی سے شادی کرکے آپ ﷺ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن گئے اور آپ دونوں کے ما بین مصاہرت وقرابت کا مضبوط رشتہ قائم ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ دونوں کی صداقت اور باہمی روابط کی مضبوطی میں دو چند اضافہ ہو گیا۔

اسی طرح آپ ﷺ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے شادی کرکے ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام، صدق و صفا، دین کی راہ میں فدا کاری کے باوصف ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگئے اور یہ ان کی قربانیوں کا بہترین بدلہ تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام کے بہادر مرد ہیں، ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائی اور دین کے منارے کو بلند فرمایا۔

آپ ﷺ کا مصاہرت کی راہ اپنا کر ان سے جڑنا اسلام کی راہ میں ان کی جاں نثاری کا بہترین بدلہ تھا، اس طرح آپ ﷺ نے اس مصاہرت کے ذریعہ ان کو اور اپنے خلیفۂ اوّل سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عزت و بزرگی عطا کرنے میں برابر و مساوی کر دیا۔ چناں چہ آپ ﷺ کا ان دونوں صاحبین کی بیٹیوں سے شادی کر لینا ان دونوں کے لیے بہت بڑا شرف تھا، بلکہ نہایت ہی عظیم بدلہ و احسان تھا اور دنیوی زندگی میں اس شرف سے اعلیٰ و برتر بدلہ دینا ممکن نہ تھا۔ آپ کی سیاسی حکمتِ عملی کتنی عظیم و بلند تھی اور مخلصین ووفا شعاروں کے لیے کتنا بہترین وفا اور عظیم بدلہ تھا!!

قدموں میں نچھاور کرنے کے لیے تیار رہے، انھوں نے مظلوم مسلمانوں کی مدد کی، مجبور غلاموں کو آزاد کرایا اور ہر مشکل گھڑی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ (مترجم)

اسی طرح اِن دونوں شادیوں کے بالمقابل آپ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں اپنی صاحبزادیوں کو دے کر انھیں شرف ومنزلت عطا کرنے میں ایک صف میں لاکھڑا کر دیا تھا۔

یہ چاروں لوگ یعنی سیدنا ابوبکر و عمرو عثمان و علی رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے عظیم ترین ساتھی تھے اور یہی لوگ آپ کے بعد آپ کی منہج ودعوت کی نشر و اقامت میں آپ کے خلفاءوجانشین ہوئے۔ یہ کتنی عظیم حکمت اور کتنی بہترین سیاست تھی۔

4 سیاسی حکمت :

نبی کریم ﷺ نے بعض عورتوں سے شادیاں تالیفِ قلوب اور قبائل کو اپنے اردگرد جمع کرنے کے لیے کیں۔ یہ واضح بات ہے کہ انسان جب کسی قبیلے یاخاندان میں شادی کر لیتا ہے تو ان کے مابین قرابت ومصاہرت کی وجہ سے سسرالیوں کی طبیعت داماد کی نصرت و حمایت پر مائل ہو جاتی ہے۔

اس طرح کی بعض مثالیں ہم بیان کررہے ہیں، جس سے ہمارے سامنے وہ حکمت نکھر کر سامنے آجائے گی، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیوں کے تحت اپنا ہدف بنایا۔

1 رسول کریم ﷺ نے بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہاسے شادی کی، وہ اپنی قوم و خاندان والوں کے ساتھ قید کر لی گئی تھیں، پھر انھوں نے قید سے رہائی کے لیے اپنی جان کا فدیہ دینا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تاکہ مال کے ذریعہ آپ ﷺ ان کی مدد فرمائیں، آپ ﷺ نے ان کے فدیہ کورفع کرکے ان سے شادی کی پیشکش کی، جسے انھوں نے قبول کرلیا اور آپ ﷺ نے ان سے شادی کرلی۔

جب مسلمانوں کو اس بات کی خبر لگی تو وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتے دار ہمارے قیدی ہیں؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے قیدی رہیں؟ اس طرح مسلمانوں نے اپنے زیر حراست تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

اور پھر جب بنو مُصطَلِق کے لوگوں نے اس فضیلت و مرتبت اور اس شہامت و مروت کو دیکھا تو قوم کے تمام لوگ اسلام لے آئے اور دینِ الٰہی میں داخل ہو کر کے مومن ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا ان کے لیے اور ان کی قوم و قبیلے کے لوگوں کے لیے کافی بابرکت ثابت ہوا، کیوں کہ یہی ان کے اسلام لانے اور قید سے آزاد ہونے کا سبب بنا۔ چناں چہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے لیے بڑی خیر و برکت والی ثابت ہوئیں۔ صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں :

بنو مصطلق کی کچھ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ لگیں، آپ ﷺ نے خُمس [بیت المال کے لیے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ] نکال کر باقی مال کو لوگوں کے مابین تقسیم فرمادی، آپ نے گھوڑ سواروں کو دو حصہ اور پاپیادوں کو ایک حصہ دیا، سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئیں،وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا : میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی ہوں اور مجھے جو مصیبت لاحق ہے آپ اس سے بخوبی واقف ہیں، ثابت بن قیس نے نو اوقیہ درہم کے بدلے میں مجھ سے مکاتبت کرلی ہے، آپ میری رہائی میں مدد فرمایئے، آپ ﷺ نے فرمایا : کیا یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اس سے بہتر سلوک کیا جائے؟ انھوں نے پوچھا: وہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا : میں تیرا بدلِ کتابت ادا

کر دوں اور تجھ سے شادی کر لوں؟ انھوں نے کہا : ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا : میں نے کیا۔“ [2]

جب یہ خبر لوگوں کو پہنچی تو وہ کہنے لگے کہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے غلام بنا لیے جائیں؟ اور پھر مسلمانوں نے بنو المصطلق کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ کا ان کے سردار کی بیٹی سے شادی کرنے کی وجہ سے ان کے سو افرادِ خانہ آزاد ہوئے۔

② اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو غزوۂ خیبر میں اپنے شوہر کے قتل کے ساتھ اسیر کر لی گئی تھیں اور بعض مسلمانوں [میں سے دحیہ کلبی نامی صحابی] کے حصے میں آئی تھیں۔ بعض اصحابِ رائے اور مشورہ دینے والوں نے کہا : یہ بنو قریظہ کی سردار ہیں، اس لیے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شایان شان ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے انھیں بلوایا اور درج ذیل دو باتوں میں سے کسی ایک کو چننے کا انھیں اختیار دیا :

(الف) پہلی بات یہ کہ انھیں آزاد کر دیا جائے اور آپ ﷺ ان سے شادی کر لیں، اس طرح وہ آپ کی بیوی ہوں گی۔

(ب) دوسری بات یہ کہ انھیں غلامی سے رہا کر دیا جائے اور وہ اپنے گھر و خاندان والوں سے جا ملیں۔

---

[2] مجھے یہ روایت صحیح بخاری میں نہیں ملی، مگر یہی روایت تھوڑے اضافہ کے ساتھ سنن ابو داوٗد : ۳۹۳۱، میں موجود ہے، جسے شیخ البانی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے، تاہم ابو داوٗد میں نو اوقیہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مترجم)

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں معاملوں میں سے آزادی اور آپ ﷺ کی بیوی بننے کو اختیار کیا اور جب انھوں نے آپ ﷺ کی عظمت و جلالتِ قدر اور حسنِ معاملہ کو دیکھا تو اسلام لے آئیں، ان کے اسلام لانے کی وجہ سے اور بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

حدیث میں مروی ہے کہ جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”یہودیوں میں سے تمھارا باپ مجھ سے سخت ترین عداوت و دشمنی رکھتا تھا یہاں تک کہ اللہ نے اسے ہلاک کر ڈالا۔“ تو انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ﴾ ترجمہ: ”کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا۔“ [بنی اسرائیل: ۱۵]

اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمھیں اختیار ہے اگر تم اسلام قبول کرتی ہو تو میں تمھیں اپنے لیے روک لوں گا اور اگر یہودیت قبول کرتی ہو تو میں تمھیں آزاد کر دوں گا اور تم اپنی قوم سے جا ملو گی۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کے پناہ دینے سے قبل ہی اپنی مرضی و خوشی سے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ کی تصدیق کی ہے، یہودیت میں میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے اور نہ میری قوم کے اندر میرے باپ و بھائی ہی ہیں، آپ نے مجھے کفر و اسلام کے مابین اختیار دیا ہے تو مجھے آزادی اور اپنی قوم کی طرف واپسی سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول محبوب ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے انھیں اپنے لیے روک لیا۔ [الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۷/۱۲۳، اس واقعے کی اصل صحیح بخاری وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ نبی ﷺ نے ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا۔ بخاری: ۳۷۱]

③ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے شادی کی، جب کہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ ابھی شرک کے علَم بردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے، ان کی بیٹی مکہ ہی میں اسلام لے آئیں اور آبائی دین سے دوری اختیار کرکے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی، وہ اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے تنہا ہوگئیں اور ان کا کوئی مونس و مددگار نہ رہا، رسول کریم ﷺ کو جب اس معاملے کا علم ہوا تو بادشاہِ حبشہ نجاشی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی آپ ﷺ کے ساتھ کردیں، جب نجاشی نے ان کو یہ خبر دی تو وہ بہت خوش ہوئیں، ان کی مسرت کی انتہا اللہ ہی جانتا ہے۔

غور کریں کہ اگر وہ اپنے والد و خاندان کے پاس واپس چلی جاتیں تو وہ سب انھیں کفرو ارتداد پر مجبور کرتے یا انھیں شدید ترین عذاب سے دو چار کرتے۔ نجاشی نے ان کا مہر چارسو دینار دیا اور ساتھ میں نفیس وقیمتی ہدایا وتحائف بھی دیے، مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان سے شادی کرلی۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انھوں نے اس شادی کو تسلیم کیا اور کہا: "وہ بے داغ جوان ہے، اس کی عزت کو داغ دار نہیں کیا جاسکتا۔" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر فخر کا اظہار کیا اور ان کی کفاءت و برابری کا انکار نہیں کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اسلام کی دولت سے مالامال کردیا۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نبی کریم ﷺ کے شادی کرنے میں ہمارے سامنے بڑی باعظمت حکمت ومصلحت سامنے آتی ہے: وہ یہ کہ یہ شادی آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی اذیت وتکلیف میں تخفیف کا سبب بنی، آپ ﷺ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان باہمی نسب و قرابت کے باوجود اس وقت بنوامیہ میں سے

ابوسفیان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت مخالف اور آپ ﷺ سمیت دیگر مسلمانوں کے شدید ترین دشمن تھے۔ چناں چہ آپ ﷺ کا ان کی بیٹی سے شادی کر لینا ان کے اور ان کے خاندان والوں کے لیے تالیفِ قلوب کا سبب بنی۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے اس وجہ سے اختیار فرمایا تاکہ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے ان کی عزت افزائی ہو سکے، کیوں کہ یہ اپنے آبائی دین سے دست بردار ہو کر وطن کو خیر باد کہنے والی مہاجر خاتون تھیں۔

ذرا غور کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اعلیٰ وبرتر سیاست و حکمت سے بڑھ کر معززومکرم سیاست اور کون سی ہوسکتی تھی؟

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک بے سہارا خاتون کو سہارا دیا اور انھیں امہات المؤمنین کی صفوں میں داخل کرکے ان کی غم خواری کی اور ان کا حوصلہ بلند کیا، وہیں اپنے اور مسلمانوں کے انتہائی سخت دشمن کے دل میں اپنی حکمتِ بالغہ کے ذریعہ دوستی اور مؤدتِ قلبی کا بیج ڈال دیا اور ان کا دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دیگر مسلمانوں کے لیے بھی نرم ہو گیا۔ اس سے تعددِ ازدواج کے پیچھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سیاسی عظمت و بصیرت نکھر کر سامنے آتی ہے اور جاں نثاروں کے ساتھ رحم وکرم کا عظیم نبوی نمونہ ہمارے سامنے آتا ہے۔]

❀❀❀

امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن

تعددِ زوجاتِ رسول ﷺ کی حکمت پر گفتگو کے بعد اب ہم ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن کے تعلق سے گفتگو کریں گے۔ امہات المؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند فرمایا، انھیں اس شرفِ عظیم سے نوازا یعنی سید المرسلین ﷺ سے منسوب ہونے کا شرف بخشا، انھیں پاک دامن عورتوں میں شمار کرکے امہات المؤمنین قرار دیا کہ ان کی تعظیم اور ان کا احترام کرنا امت پر واجب اور امت کے کسی بھی فرد کا ان سے شادی کرنا حرام قرار پایا حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کی خاطر آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ان سے شادی کرنا حرام قرار دیا گیاہے۔ ارشادِ ربانی ہے :

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ ترجمہ: ”پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔“ [الاحزاب : ٦]

مزید اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ ترجمہ: ”نہ تمھیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف دو اور نہ تمھیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ (یاد رکھو!) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔“ [الاحزاب : ٥٣]

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”الجامع لأحکام القرآن“ میں لکھتے ہیں : ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو امہات المؤمنین قرار دے کر انھیں شرف

بخشا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعظیم کرنا، انھیں بلند مرتبہ اور نیک وصالح سمجھنا واجب ہے نیز ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عزت دی اور اسی کی بدولت آپ کی ازواجِ مطہرات کو شرف ومنزلت سے نوازا۔“

امہات المؤمنین کہ جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی ان کی تعداد دس سے زائد ہے، جن کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

1. سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا
2. سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا
3. سیدہ عائشہ بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا
4. سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا
5. سیدہ زینب بنت جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا
6. سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
7. سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ مخزومیہ رضی اللہ عنہا
8. سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا
9. سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا
10. سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
11. سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا

[آگے کے صفحات میں ازواجِ مطہرات کے وہ حالات بالاختصار بیان کیے جائیں گے، جن سے ان حکمتوں اور مصلحتوں کی وضاحت ہوتی ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعددِ ازدواج کا حقیقی مقصود تھا۔ وباللہ التوفیق]

❀❀❀

① سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

یہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، جن سے آپ نے پچیس سال کی عمر میں بعثت سے قبل شادی کی جب کہ وہ چالیس سال کی بیوہ وثیبہ خاتون تھیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب "الإصابة في تمييز الصحابة" کے مطابق ان کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ سے ہوئی، پھر دوسری شادی عتیق بن عائذ سے ہوئی اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقدِ زوجیت میں آئیں۔

آپ ﷺ نے انھیں ان کی اصابتِ رائے، پختگیٔ فکر اور کثرتِ ذکاوت کی وجہ سے منتخب فرمایا، ان سے آپ ﷺ کا ازدواجی عمل ایک حکیمانہ اقدام تھا، کیوں کہ ایک عقل مند کی شادی ایک عقل مند سے ہو رہی تھی۔ نیز آپ دونوں کے مابین پائی جانے والی عمری تفاوت اس راہ میں کوئی معنیٰ نہیں رکھتی تھی، کیوں کہ اس شادی کا مقصود محض حاجت و شہوت کی تکمیل اور نفس پرستی نہیں تھا، بلکہ اس کا مقصد ایک بلند و عظیم انسانی ہدف کو پانا تھا۔

چوں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ رسالت و دعوتِ دین کا عظیم بوجھ اٹھانے کے لیے تیار کر رہا تھا، چناں چہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پاک وصاف، تقویٰ شعار، ذہین و فطین خاتون ہم سفر رفیقۂ حیات میسر فرمایا تا کہ وہ رسالت کی تبلیغ و اشاعت میں آپ ﷺ کی دست وبازو اور معین و مددگار بنیں۔ خواتین میں سب سے پہلے ایمان لانے والی خاتون یہی ہیں۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قوتِ عقل وفکر اور پختگیٔ رائے کی شاہد یہ بات ہے کہ جب غارِ حرا میں جبرئیل علیہ السلام کی آمد کے بعد نبی ﷺ اپنی بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حال میں آئے کہ شدتِ خوف کی وجہ سے آپ کا دل دہل رہا

تھا، آپ کہہ رہے تھے : ”زَمِّلُوْنِي، زَمِّلُوْنِي“ ”مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔“ پھر جب آپ ﷺ کو کچھ سکون حاصل ہوا اور خوف جاتا رہا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے پیش آنے والے واقعے کو بیان فرمایا اور گویا ہوئے کہ : ”مجھے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہورہا ہے۔“ اس نازک گھڑی میں انھوں نے آپ ﷺ کو بھرپور دلاسا دیا، فرمایا: ”آپ مطمئن رہیں، ہرگز نہیں، قطعاً ایسا نہیں ہو سکتا! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ توصلہ رحمی کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، تہی دستوں کا بندوبست کرتے ہیں، مہمانوں کی میزبانی کرتے ہیں اور حق پر رہ کر مصیبتیں اٹھانے والوں کی اعانت کرتے ہیں۔“ [صحیح بخاری:۳، صحیح مسلم:۱۶۰]

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عنفوانِ شباب کا زمانہ انہی کے ساتھ گزارا، ان کی موجودگی میں کسی اور سے شادی نہیں کی اور نہ ان سے زیادہ کسی اور بیوی سے محبت کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے رشک کرتی تھیں، جب کہ نہ انھوں نے ان کا دیدار کیا تھا اور نہ آپ ﷺ کی زوجیت میں ان کے ساتھ رہی تھیں۔ ایک مرتبہ انھوں نے یہ جرأت کر ڈالی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تذکرہ کررہے تھے اور یہ کہہ بیٹھیں :

”وہ تو گزرے اوقات میں صرف ایک بڑھیا تھیں، اللہ نے آپ کو ان سے بہتر بدل عنایت کر رکھا ہے۔“ اس سے انھوں نے اپنے آپ کو مراد لیا۔

یہ بات سن کر آپ ﷺ غصہ ہوگئے اور فرمایا : ”نہیں، اللہ کی قسم! اللہ نے ان سے بہتر بیوی مجھے نہیں عطا فرمایا، جس وقت لوگوں نے میرا انکار کیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، جس وقت لوگوں نے میری تکذیب کی انھوں نے میری تصدیق کی، جس وقت لوگوں نے مجھے مال سے محروم کیا انھوں نے مجھے اپنے مال میں شریک کیا، اللہ نے

مجھے ان سے اولاد عطا فرمائی اور ان کے علاوہ دوسری بیویوں سے اولاد نہ دی۔“ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں : اس کے بعد کبھی بھی میں نے برائی کے ساتھ ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ [مسند احمد:۲۴۸۶۴،وسندہ حسن]

بخاری و مسلم کی روایت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ”نبی کریم ﷺ کی کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں آیا جتنا کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آیا حالاں کہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں تھا، لیکن آپ ﷺ ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے، ایسا بھی ہوتا کہ جب آپ بکری ذبح کرتے تو اس میں سے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کے پاس بھیجتے تھے، کبھی کبھار میں آپ سے کہتی: شاید خدیجہ کی طرح دنیا میں کوئی عورت نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ فرماتے : ”وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں (یعنی ان کی تعریف کرتے) اور میری اولاد بھی انھیں سے ہوئی۔“ [صحیح بخاری:۳۸۱۸، صحیح مسلم:۲۴۳۵]

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں پچیس سال کی مدت گزاری، پندرہ سال بعثت سے قبل اور دس سال بعثت کے بعد، ان کی وفات تک آپ ﷺ نے کسی دوسری خاتون سے شادی نہیں کی، ابراہیم کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد اُنہی سے ہوئی۔ ان کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر پچاس سال کو پہنچ چکی تھی اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی دوسری بیوی بھی نہیں تھیں یعنی ان کی وفات تک آپ ﷺ نے کسی اور خاتون سے شادی نہیں کی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ہماری بیان کردہ حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق دیگر بیویاں آپ ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ **رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاها وجعل الجنة مسكنها وماواها.**

② سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، جب کہ یہ سکران بن عمرو انصاری کی بیوہ تھیں۔ یہ بھی آپ ﷺ سے عمر دراز تھیں، اس کے باوجود آپ ﷺ نے انھیں اختیار فرمایا۔

ان سے شادی کرنے میں بڑی حکمت و مصلحت پوشیدہ تھی، یہ ہجرت کرنے والی مومنات میں سے تھیں، دوسری ہجرتِ حبشہ کے بعد ان کے شوہر وفات پا گئے تو وہ تنہا و اکیلی ہو گئیں اور ان کا کوئی معین و مددگار اور مونس و غم خوار نہ رہا، اب اگر وہ ایسی صورت میں اپنے شوہر کی وفات کے بعد اپنے خاندان والوں کے پاس چلی جاتیں تو ان کے خاندان والے انھیں شرک کرنے پر مجبور کرتے یا اَن دیکھے عذاب سے دوچار کرتے تاکہ یہ اسلام سے دوری اختیار کرلیں، ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کرکے ان کی کفالت فرمائی اور یہ ان کی صداقتِ ایمان اور اللہ و رسول کے لیے خلوص و جاں نثاری کے بدلہ میں احسان و تکریم کی انتہا تھی۔

تعددِ ازدواج سے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض شہوت کی تکمیل ہوتی جیسا کہ متہمین و افتراء پرداز مستشرقین کا گمان ودعویٰ ہے تو آپ ﷺ اُبھری پستان والی خوب صورت دوشیزاؤں کو چھوڑ کر اس پچپن سالہ عمر دراز بوڑھی بیوہ سے شادی نہ کرتے، لیکن آپ ﷺ شہامت و بہادری اور مروت وانسانیت میں عمدہ نمونہ تھے، آپ ﷺ کا مقصود ان کی حمایت اور رعایت تھی تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ کفالت رہ کر زندگی گزار سکیں۔ [آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کیا اس شادی کے پیچھے کسی طرح کی لذت اندوزی اور ہویٰ پرستی پائی جاتی ہے؟ یا ایک ضرورت مند معمر خاتون کی کفالت؟]

③ سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ دوشیزگی میں شادی کی، یہ ازواجِ مطہرات میں سے واحد و منفرد بیوی ہیں، جن سے آپ ﷺ نے ان کی دوشیزگی کی حالت میں شادی فرمائی، ان کے علاوہ کوئی اور بیوی ایسی نہیں تھیں کہ جن کے کنوارے پن کی حالت میں آپ ﷺ نے ان سے شادی کی ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین میں سب سے زیادہ سوجھ بوجھ والی اور ذہین و فطین خاتون تھیں، بلکہ بہتیرے مردوں سے بھی زیادہ جان کار و دور اندیش، معاملہ فہم اور نہایت عالمہ فاضلہ خاتون تھیں، بیش تر علمائے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم مشکل ترین احکام و مسائل کے سلسلے میں ان سے سوال کرتے تھے اور یہ ان مشکل مسائل کو حل کر دیا کرتی تھیں۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: ''ہم اصحابِ رسول ﷺ کو کسی حدیث کے سمجھنے میں کوئی دقت محسوس ہوئی اور ہم نے اس بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم پایا۔'' [سنن ترمذی:۳۸۸۳، اسنادہ صحیح]

ابو الضحیٰ، مسروق سے روایت کرتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کبار مشائخ کو فرائض کے سلسلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھتے ہوئے پایا۔'' [سنن دارمی:۲۹۰۱، اسنادہ صحیح]

جناب عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں نے طب، فقہ اور شعر کے سلسلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ جاننے والی کسی عورت کو نہیں دیکھا۔'' [مجمع الزوائد ۹/۲۴۵، اسنادہ حسن]

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، کتبِ حدیث ان کی غزارتِ علمی اور ذہنی وسعت وبلندی کی شاہد ہیں۔ صحیح بخاری میں جتنی مرویات ان کی ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو چھوڑ کر کسی اور صحابی سے اتنی زیادہ روایات نہیں آئی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بقیہ بیویوں کی نسبت ان سے بکثرت محبت کرتے تھے، لیکن اس الفت و محبت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے مابین باری تقسیم کرنے کے معاملے میں عدل و انصاف سے کام لیتے تھے اور فرماتے تھے: ”یا اللہ! ان معاملات میں جو میرے اختیار میں ہیں میری یہ تقسیم ہے، پس جس معاملے میں مَیں بے اختیار ہوں اور صرف تو ہی اس پر اختیار رکھتا ہے، اس بارے میں میرا مواخذہ نہ کرنا۔“ [سنن دارمی: ۲۲۵۳، اسنادہ صحیح]

جب آیتِ تخییر [3] نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شروع کیا اور فرمایا: ”میں تم سے ایک بات کا ذکر کرتا ہوں، اس کے جواب

---

[3] آیتِ تخییر سے مراد سورۂ احزاب کی اٹھائیسویں اور انتیسویں آیت ہے، ان آیات کے نزول کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو مختلف محاذ پر فتوحات حاصل ہوئیں اور پھر بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہونے کی وجہ سے ان کے یہاں خوش حالی آگئی اور ان کی عورتیں بھی خوش حال ہو گئیں تو انصار ومہاجرین کی عورتوں کی خوش حالی کو دیکھ کر ازواجِ مطہرات نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا، لیکن چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سادگی پسند تھے اور دنیوی مال و متاع پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ تک علاحدہ رہنے کی قسم کھالی، شرعی اصطلاح میں اسے ”ایلاء“ کہا جاتا ہے۔ علیحدگی کی یہ مدت ایک ماہ تک جاری رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکینِ خاطر کے لیے سورۂ احزاب کی مذکورہ

میں تم جلد بازی سے کام نہ لینا اور اپنے طور پر فیصلہ کرنے کے بجائے اپنے والدین

آیات نازل فرمائی اور ازواجِ مطہرات کو دنیا کی زیب وزینت یا اللہ اس کے رسول اور دارِ آخرت کے درمیان کسی ایک کو اپنانے کا اختیار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر دی اور انھیں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی صلاح دی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور اس کے بعد دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو اختیار کیا۔ [دیکھیے: صحیح مسلم: ۱۴۷۵] حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے عکرمہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں نو بیویاں تھیں: پانچ قریش سے تھیں: عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن، بنو نضیر سے صفیہ بنت حی رضی اللہ عنہا، بنو ہلال سے میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا، بنو اسد سے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور بنو المصطلق سے جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

نیز صحیح بخاری میں وارد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیویوں سے علاحدہ رہنے کی قسم کھانے کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتانا بھی تھا، جیسا کہ سورۂ تحریم میں اس کا ذکر موجود ہے۔ [صحیح بخاری: ۲۴۶۸، اس روایت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوری تفصیل سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔]

احادیث میں "ایلاء" کے مختلف اسباب بیان کیے گئے ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ ان روایات کے درمیان محدثین نے تطبیق کی صورت یہ اپنائی ہے کہ درحقیقت پے درپے یہ تمام واقعات پیش آئے تھے اور ان سبھی واقعات سے متاثر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات سے علاحدگی اختیار کی تھی تاکہ ان کی اصلاح وتنبیہ ہو جائے۔ چناں چہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب ہی میں ایک آیتِ کریمہ [آیت نمبر: ۲۵] نازل فرما کر ان کی تعریف فرمائی اور ہمیشہ کے لیے امت کے کسی بھی فرد کو ان سے شادی کرنے کو حرام قرار دے کر انھیں امہات المؤمنین ہونے کے شرفِ عظیم سے نوازا۔

سورۂ احزاب کی اشارہ کردہ مذکورہ آیاتِ کریمہ سے ازواجِ مطہرات کی رفعت وشان، ان کے عظیم درجات کی بلندی، اللہ اور اس کے رسول نیز دارِ آخرت سے ان کی محبت ووابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ [مترجم]

سے مشورہ کرنے کے بعد کوئی اقدام کرنا۔" وہ کہتی ہیں: مجھے یہ معلوم تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے فراق و جدائی کا مشورہ کبھی نہیں دیں گے۔ پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ سنائی:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا.......الخ﴾ "اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو........" [الاحزاب:۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواباً عرض کیا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں! میں اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کو پسند کرتی ہوں۔" [صحیح بخاری:۲۴۶۸]

جس طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ رشتۂ مصاہرت استوار کرنا بہت بڑا احسان اور دنیوی زندگی میں نہایت عظیم بدلہ تھا، اسی طرح یہ نکاح سنتِ مطہرہ، فضائلِ زوجیت اور احکامِ شریعت کی نشر و اشاعت اور عورتوں کے متعلقہ مسائل کے حل و تبیین کا ایک بہترین ذریعہ و سبب تھا، جیسا کہ ہم نے تعلیمی حکمت کے تحت اسے قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے۔

④ سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ان کی بیوگی کی حالت میں شادی کی، ان کے شوہر خُنَیس بن حُذَافہ انصاری رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر کے اندر شجاعت و بہادری کا جوہر دکھانے کے بعد شہید ہوئے۔ یہ ان بہادر و دلیر لوگوں میں سے ہیں، جن کی بہادری و مردانگی اور روشن و تابناک جہادی کارنامے تاریخ کے اوراق و صفحات میں سنہری حروف سے رقم کیے جاتے ہیں۔

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جب بیوہ ہو گئیں تو ان کے والد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی کرنے کی پیش کش ان کی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی تھی، مگر جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کی پیش کش منظور نہیں فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، جو کہ ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے بہت بڑا احسان اور انعام واکرام تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ : جب عمر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی جو کہ مدینہ میں فوت ہونے والے بدری صحابی خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، بیوہ ہو گئیں، عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور انھیں حفصہ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ سے کر دیتا ہوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں اپنے معاملے میں غور کروں گا۔ پس میں کئی راتیں ٹھہرا رہا، پھر وہ مجھے ملے اور کہا کہ میرے سامنے یہی بات واضح ہوئی ہے کہ میں شادی نہیں کروں گا۔ کہتے ہیں کہ: پھر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح حفصہ سے کر دوں؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے، مجھے پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا، پس میں ان پر عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ رنجیدہ وکبیدہ خاطر ہوا، میں کئی راتیں ٹھہرا رہا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے کر دیا۔ پھر مجھ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ ملے تو انھوں نے فرمایا : اے عمر! شاید تم مجھ سے رنجیدہ ہوگئے، جب تم نے میرے لیے حفصہ سے نکاح کی پیش کش

کی تھی تو میں نے تمھیں پلٹ کر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ میں نے کہا : ہاں، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جب تم نے مجھے پیش کش کی تھی تو میرے لیے تمھیں جواب دینے میں صرف یہ بات مانع ہوئی کہ میں جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کا ذکر فرمایا تھا، پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہاں! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارادہ ترک فرمادیتے تو میں حفصہ کے ساتھ نکاح کرنے کی پیش کش قبول کر لیتا۔

یہ تھی حقیقی دلیری بلکہ حقیقی رجولت و مردانگی جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوئی، وہ اپنی عزت وناموس کی محافظت چاہتے تھے اور اس کے لیے انھوں نے صالح و بہتر شخص سے اپنی بیٹی کے نکاح کی پیش کش میں عار نہیں محسوس کیا، اس لیے کہ ایک اچھے و مثالی معاشرے کی تشکیل کے لیے نکاح و شادی ایک بہترین ذریعہ ہوتی ہے۔ جب کہ آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم احکامِ اسلام اور دینِ خالص کی روشن شاہ راہ کو چھوڑ چکے ہیں، کسی دوسرے راستے پر ہم جارہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان اپنی بیٹیوں کو شادی کے بغیر مدتوں اپنے گھروں میں اس انتظار میں بٹھائے رکھتے ہیں کہ کوئی بہت زیادہ مال و دولت والا شخص نکاح کا پیغام لے کر آئے گا تب وہ اپنی بچی کی شادی اس سے کریں گے۔ اور اسی انتظار میں بچیوں کو بوڑھی کر دیتے ہیں۔

⑤ سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے شادی کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی، یہ شہیدِ اسلام اور دشمن پر بڑھ چڑھ کر حملہ کرنے والے جری و بہادر صحابی سیدنا عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں، جو کہ غزوۂ بدر میں پہلی جھڑپ میں شہید ہو گئے تھے، سیدہ

زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی شہادت کے وقت زخمیوں کی تیمارداری و مرہم پٹی کی ذمہ داری میں لگی ہوئی تھیں۔ ان کا کمالِ صبر وضبط دیکھیے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر شوہر کی شہادت کے غم میں مشغول نہیں ہوئیں، بلکہ پوری تندہی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو نبھاتی رہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ ہونے والی اس پہلی جنگ میں مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے صبر وضبط، ثابت قدمی اور ولولۂ جہاد کا علم ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ شوہر کی شہادت کے بعد ان کا کوئی خاندانی کفیل نہیں ہے تو آپ ﷺ نے ان کے معین ومددگار کی عدمِ موجودگی میں ان کی خاطر داری کے لیے اور انھیں پناہ وٹھکانا دینے کے واسطے اپنی ذات کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا۔

فضیلۃ الشیخ محمد محمود الصواف اپنی مہتم بالشان کتاب ”زوجات النبی الطاہرات“ میں ان کے شوہر کے واقعۂ شہادت اور اس قصے میں موجود عظمت و بلندی کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے شادی کی تو وہ اپنی عمر کی ساٹھ بہاریں گزار چکی تھیں، انھوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ صرف دو سال کی مدت گزاری پھر وفات پا گئیں۔ اس مقدس ومتبرک اور عظیم الشان مقصد کے تحت انجام پانے والی شادی کے بارے میں جھوٹی باتوں کو فروغ دینے والوں کی کیا رائے ہوگی؟ اور افتراء پردازوں کو اس شادی میں دروغ وافتراء کی کون سی قابلِ اعتراض بات ملے گی؟

کیا یہ لوگ اس میں اتباعِ ہویٰ وشہوت پرستی کی کوئی رمق پائیں گے؟ یا یہ کہ اس میں انسانیت کے سب سے بڑے علم بردار، رحمۃ للعالمین رسول اکرم ﷺ کی شرافت ونجابت، عفت و پاک دامنی، عظمت ورحمت اور فضل واحسان پائے جاتے ہیں؟

مشرقیت کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی علوم و فنون میں درک حاصل کر کے اپنے خبیث مقاصد کی تکمیل بالخصوص سیدِ انسانیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں حسد و کینہ اور مکر و فریب کے لیے حقائق کو مسخ کر کے جھوٹی باتوں کی نشر و اشاعت کرنے والے مستشرقین کی جماعت کو اللہ سے خوف کھانا چاہیے اور امانتِ علم کو پورا کرتے ہوئے اس میں خیانت سے دور رہنا چاہیے۔“

⑥ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیوگی کی حالت میں شادی کی، یہ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ پہلے پہل سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی ہوئی پھر زید رضی اللہ عنہ نے انھیں طلاق دے دی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اتنی عظیم حکمت کے تحت شادی کی کہ اور دیگر ازواجِ مطہرات کی شادی میں یہ حکمت و مصلحت نہیں پائی جاتی ہے۔ وہ عظیم حکمت بدعتِ تبنیت کا ابطال ہے، جیسا کہ ہم نے اسے تشریعی حکمت کے تحت بیان کیا ہے۔

یہاں ہم ان شکوک و شبہات کی تردید کرنا چاہتے ہیں، جنھیں دین سے نکل جانے والے، اسلام اور نبی اسلام ﷺ سے بغض و کینہ رکھنے والے، دغاباز و فریب کار اور کمتر و تنگ دل مستشرقین نے کتبِ تفسیر میں وارد بعض اسرائیلی روایات کی بنیاد پر، سیدہ زینب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کو لے کر پاک وصاف، طاہر و مزکیٰ نبی کی ذات کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے اور اپنی بہتان تراشیوں کو باطل و من گڑھت باتوں سے خوب خوب مزین کر رکھا ہے۔

اللہ کی پناہ! ان مستشرقین کو یہ بدگمانی ہے (اور ان کی یہ بدگمانی انتہائی گھٹیا اور بری ہے اور ان لوگوں نے یہ کہانی گڑھی ہے کہ) ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا زید

رضی اللہ عنہ کی عدمِ موجودگی میں ان کے گھر سے گزرے اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو آپ ﷺ کو ان سے محبت ہوگئی اور وہ آپ ﷺ کے دل میں بیٹھ گئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: پاک ہے دلوں کا بدلنے والا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن لی اور جب ان کے شوہر آئے تو انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنی ہوئی بات سے آگاہ کیا۔

سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوگیا کہ زینب رضی اللہ عنہا آپ کے دل میں اتر گئی ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور انھیں طلاق دینے کا اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو، آپ کے دل میں وہ بات نہیں ہے، چناں چہ زید نے زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تا کہ آپ ﷺ ان سے نکاح کرلیں۔

ابن العربی مالکی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ”احکام القرآن“ میں اس زہریلے دعوے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”ان کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو دیکھا اور وہ آپ کے دل میں اتر گئیں، باطل ہے۔ شادی سے پہلے ان کی حالت ایسی تھی گویا کہ آپ ﷺ ہمہ وقت ان کے ساتھ رہتے تھے، وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوتی تھیں اور آپس میں کوئی حجاب نہیں تھا، جب اس وقت آپ ﷺ کے دل میں کوئی ایسی بات نہیں اجاگر ہوئی تو پھر جب وہ شوہر والی ہوگئیں اور اپنے آپ کو شوہر کے حوالے کردیا اس وقت یہ نئی شہوت کیسے پیدا ہوئی؟

حقیقت یہ ہے کہ قطعی طور پر ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی۔ نبی کے پاک و مطہر دل میں اس طرح کی فاسد محبت پیدا ہی نہیں ہوئی تھی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان میں یہ بات کہہ رکھی ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ﴾ ترجمہ: ”اور اپنی نگاہیں ہرگز ان چیزوں کی طرف نہ دوڑانا جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آرائشِ دنیا کی دے رکھی ہیں تاکہ انھیں اس میں آزمالیں۔“ [طٰہٰ: ۱۳۱]

اس کے بعد آں رحمہ اللہ نے اس سلسلے کی اسرائیلی روایات کا تعاقب کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ وہ تمام کی تمام روایات ساقط الاسناد یعنی بے بنیاد ہیں۔

میرے دینی بھائیو!

سیدہ زینب اور سیدنا زید رضی اللہ عنہما کی شادی کے حالات وظروف کی تاریخ پر گہری نظر ڈالیں تو یہ بات واشگاف ہو جائے گی کہ ان دونوں کے گھریلو معاملات کی باہمی ناچاقی اور اَن بَن شدید اختلاف کی صورت اختیار کرچکی تھی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا شرف ونسب والی خاتون تھیں اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ کل کے غلام تھے، زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ زینب رضی اللہ عنہا کی شادی کا ہونا درحقیقت اللہ کی جانب سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا امتحان تھا، تاکہ اس کے ذریعہ جاہلی شرافت اور قبائلی عصبیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور شرافت وبزرگی کا اسلامی معیار تقویٰ ودین داری کو ٹھہرایا جائے۔

چناں چہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے زید رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کی پیش کش کی تو انھوں نے انکار کردیا اور اپنے نسبی فخر کی وجہ سے گریزاں ہوئیں، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان نازل فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِيْنًا﴾

ترجمہ: ”اور (دیکھو) کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“ [الاحزاب: ۳۶]

یہ آیتِ کریمہ سن کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے حکمِ رسول کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور اپنی اس الم و تکلیف کے باوجود زید رضی اللہ عنہ کے واسطے اپنے جسم کو راضی کر لیا، مگر روح کو تابع نہ کر سکیں۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ عنہا کو بچپن ہی سے جانتے تھے، کیوں کہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ ذرا غور تو کریں! کون سی بات اوّلِ مرحلہ میں ان سے شادی کرنے میں رکاوٹ بنی؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان کسی عورت کو دوشیزگی وکنوارگی کی حالت میں کسی اور شخص کے لیے پیش کردے، پھر شادی شدہ اور ثیبہ ہو جانے کے بعد اس سے شادی کرنے کے لیے اپنے اندر کشش اور چاہت محسوس کرے؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو عقل و سمجھ نہیں رکھتے اور جانے بوجھے بغیر بے سر و پیر کی باتیں لوگوں میں پھیلاتے ہیں، عفت مآب رسول پر کذب و بہتان، جھوٹ و گمراہی کا کیچڑ اچھالتے ہیں۔ آپ قارئین کرام ایک بار پھر ان مستشرقین کی کہی ہوئی باتوں پر غور کریں!

”محمد (ﷺ) زینب کے تئیں اپنی محبت کو چھپاتے تھے اس لیے عتاب کیے گئے۔“

کیا اس طرح کا بہتان عقل و سمجھ میں آنے والا ہے؟ اور کیا کوئی آدمی اپنے پڑوسی کی بیوی سے علانیہ محبت کا اظہار نہ کرنے کی وجہ سے معتوب ہو گا؟

﴿سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ ”تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔“ [النور:۱۶]

اس بارے میں قرآن کریم کی آیتِ کریمہ اپنے مفہوم میں اور اس معاملے میں نہایت صریح اور واضح ہے اور میں نے اس آیتِ کریمہ کو بیان کر دیا ہے۔ نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ رسول کی پوشید و مخفی بات کو ظاہر وواضح کر رہا ہے، فرمایا:

﴿وَتُخْفِيْ فِي نَفْسِكَ مَا اللهُ مُبْدِيْهِ﴾ ”اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔“ [الأحزاب : ۳۷]

ذرا غور کریں! کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ظاہر فرمایا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق ومحبت کو ظاہر فرمایا؟ نہیں! ہر گز نہیں! بلکہ رسومِ تبنیت کے ابطال اور تزویجِ زینب نیز حکمِ الٰہی کی تنفیذ کے سلسلے میں آپ ﷺ کی رضا و رغبت کو ظاہر فرمایا ہے کہ حکمِ الٰہی کی بجا آوری میں دلی رغبت کے باوجود آپ ﷺ منافقین کی زبان درازی سے خوف محسوس کرتے تھے کہ مبادا وہ چہ میگوئیاں کریں اور کہیں کہ محمد (ﷺ) نے اپنی بہو سے شادی رچالی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی پوشیدہ بات اور مخفی خیال کو بغیر کسی اشارہ و کنایہ کے نہایت صریح انداز میں بیان فرمادیا:

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَايَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ﴾ ترجمہ: ”پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ [الأحزاب : ۳۷]

دراصل اعتراض کرنے والے جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن یکایک سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو دیکھ لیا تھا اس لیے انھیں منہ بولے بیٹے سے چھڑا کر خود اپنا نکاح ان سے کر لیا، وہ لوگ درج ذیل تین باتیں بھول جاتے

ہیں، اگر معترضین یہ تینوں باتیں ذہن میں رکھیں اورتعصب کی عینک اتار کر عقلِ سلیم سے غور وفکر کرنے کی زحمت کریں تو اس طرح کی لچر پوچ اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

❶ زینب رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی ہیں اور آپ کی آنکھوں کے سامنے پلی اور بڑھیں ہیں، ان کی حسن وخوب صورتی اور شکل وصورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی ڈھکی چھپی نہیں تھی۔

❷ ان کا پہلا نکاح زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی کوششوں کے بعد کرایا تھا۔

❸ اسلام متبنیٰ یعنی منہ بولا بیٹا بنانے کو باطل ٹھہراتا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت وآبرو اور نزاہت وطہارت پر دلالت کرنے والے براہینِ ساطعہ اور باطل کو نیست و نابود کردینے والے دلائل کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے لگائی ہوئی دساست و پلیدگی کی تردید اور افتراء پردازوں کے برے خیالات اور بدگمانیوں کا ہر طرح سے بطلان ہو جاتا ہے۔

⑦ سیدہ ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ عنہا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی بیوگی کی حالت میں شادی کی، ان کے پہلے شوہر سیدنا عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین میں سے تھے، جنھوں نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی، ساتھ میں اپنے دین کو خیرباد کہنے والی آں موصوف کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں اوراسی سفر ہجرت میں ”سلمہ“ کی پیدائش بھی ہوئی۔ جب ان کے شوہر غزوۂ احد میں شہید ہوگئے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور

ان کے چار یتیم بچے کسی معین و کفیل کے بغیر باقی رہ گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور ان کی اولاد کو کوئی تسلی دینے والا اور مددگار نہیں پایا سوائے اس کے کہ ان سے شادی کر لی جائے۔ آپ ﷺ نے جب ان کے پاس شادی کا پیغام بھیجا تو انھوں نے معذرت پیش کی اور کہا کہ: ''میں عمر رسیدہ بوڑھی عورت ہوں، یتیم بچوں کی ماں ہوں اور شدید غیرت والی ہوں۔'' آپ ﷺ نے دوبارہ پیام بھیج کر ان کی باتوں کا یہ جواب دیا: ''یتیموں کو میں اپنے قریب کرلوں گا، اللہ کے حضور دعا کروں گا کہ تمھارے دل سے غیرت کو دور کر دے اور عمر درازی کوئی معنی نہیں رکھتی ہے۔'' اس طرح آپ ﷺ نے ان کی موافقت و رضا کے بعد ان سے شادی کرلی، ان کے یتیم بچوں کی تربیت کی، بچوں کے لیے اپنا دل کھول دیا اور ان کے والد سے زیادہ رحم دل بن کر باپ ہونے کا ایسا بے نظیر بدل پیش فرمایا کہ انھیں اپنے باپ کی جدائی اور عدمِ موجودگی کا احساس نہیں ہوا۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے لیے نسب و شرافت، باعزت گھر اور سبقتِ اسلام یکجا طور پر جمع ہوگئے، علاوہ ازیں جودتِ فکر اور اصابتِ رائے کی فضیلت بھی انھیں حاصل تھی۔ ان کی اصابتِ رائے کے بارے میں ہمارے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے کسی اہم معاملے میں رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہوتے تو ان سے مشورہ لیتے اور یہ آپ ﷺ کو اپنے قیمتی مشورے سے نوازتی تھیں۔

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ صلح کرنے میں کافی تکلیف پہنچی تھی، مشرکین کے مَن موافق شروط کے مطابق دس سال تک جنگ نہ کرنے کی صلح کی گئی تھی، مسلمانوں کا خیال تھا کہ عظمت کا مقام حاصل ہونے کے باوجود ان کے

ساتھ حق تلفی ہوئی ہے۔ ایسی نازک حالت میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ واپسی کے لیے انھیں حلق کرنے یا پھر تقصیر کرنے کا حکم صادر فرمایا تو وہ لوگ حکمِ رسول کی تنفیذ سے کترا رہے تھے حتیٰ کہ کسی نے آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیوی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا:

”لوگ ہلاک ہوگئے، میں نے انھیں حکم دیا اور انھوں سے حکم کی فرماں برداری نہیں کی۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے لیے معاملے کو آسان کر دیا اور اس مسئلے کو نہایت پختہ طریقے سے حل کر دیا، انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ جائیں اور ان کے سامنے اپنا سر منڈوا لیں، اس طرح لوگ آپ کی اقتداء و پیروی کرنے سے متردد نہیں ہوں گے اور یہ بھی جان لیں گے کہ یہ قطعی فیصلہ ہے، جس میں شک و تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا، چناں چہ جب آپ ﷺ نکلے اور نائی کو سر مونڈنے کا حکم دیا تو حالت یہ تھی کہ لوگ آپ ﷺ کی اقتداء کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کر رہے تھے، لوگوں نے سر منڈایا اور حلال ہوگئے۔ یہ سب کچھ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ سے ہوا تھا۔

⑧ سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، یہ عبیداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بیوہ تھیں، ان کے شوہر نے سرزمینِ حبشہ میں وفات پائی، بادشاہِ حبشہ نجاشی نے نبی کریم ﷺ سے ان کی شادی کر دی، چار ہزار درہم بطورِ مہر دیا اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ انھیں آپ کے

پاس بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے شادی کرنے میں کون سی حکمت پنہاں تھی وہ پہلے ہی بیان کی جا چکی ہے۔

⑨ و ⑩ سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی صاحب زادی سیدہ جویریہ بنت حارث بن ضرار رضی اللہ عنہا سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی، جو کہ مُسافع بن صفوان کی بیوہ تھیں، مسافع غزوۂ مریسیع کے دن قتل کیا گیا اور اپنے پیچھے انھیں چھوڑا، یہ مسلمانوں کی اسیر ہوئیں، ان کا شوہر اسلام کا جانی دشمن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین مخالف تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کی حکمت و مصلحت کو سیاسی حکمت کے تحت بیان کیا جا چکا ہے۔ وہیں **سیاسی حکمت کے تحت سیدہ صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ عنہا** کے تعلق سے بھی گفتگو کی جا چکی ہے۔

⑪ سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا

ان کا نام "بَرَّہ" تھا، آپ ﷺ نے میمونہ تجویز فرمایا، یہ آپ ﷺ کی آخری زوجہ ہیں، جن کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے : "وہ ہمارے مقابلے میں بڑی تقویٰ شعار اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔" یہ ابو رہم بن عبد العزیٰ کی بیوہ تھیں۔ مروی ہے کہ یہ وہ خاتون ہیں جن سے شادی کرنے کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی توجہ ان کی جانب مبذول کرائی۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ ان سے شادی کرنے کا مقصد ان کے ساتھ خیر خواہی اور صلہ رحمی کرنا تھا نیز اس کے ذریعہ ان کے خاندان والوں کی عزت افزائی کرنی تھی، جنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غم خواری اور نصرت و مدد کی تھی۔

❀❀❀

حرفِ آخر :

محترم بزرگو! ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے تعلق سے یہ چند باتیں آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت عطا فرماکر عزت و تکریم سے نوازا، امہات المؤمنین قرار دیا اور انھیں اپنے اس فرمان کے ذریعہ شرفِ خطاب بخشا :

﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءَ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوْفًا﴾ ترجمہ:"اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی برا خیال کرے اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔" [الاحزاب : ۳۲]

ان کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کرنے میں بہت زیادہ حکم و مصالح پنہاں ہیں، اس میں الفت ومحبت کرنے والے رسول کی مصلحتِ دین وشریعت اور لوگوں کے لیے تالیفِ قلوب پائی جاتی ہے، اس کی وجہ سے اکابرین وشرفائے قبائل آپ ﷺ کے گرویدہ اور ہم آہنگ ہو گئے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا تمام ازواج مطہرات ثیبہ و بیوہ تھیں، مزید یہ کہ ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے بیویوں کی تعداد بڑھائی جب کہ مسلمان و مشرکین کے درمیان جنگ وجدال اور سخت سفاکی و خوں ریزی کی ابتداء ہو چکی تھی اور یہ دور دو ہجری سے لے کر آٹھ ہجری تک محیط ہے، جس میں مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد کا اتمام ہوا۔

جھوٹی باتوں کا پروپیگنڈہ کرنے والے بہتان تراشوں کی کہی ہوئی باتوں کے برخلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام شادیوں میں واضح ومسکت دلائل سے آپ ﷺ کی شرافت و شہامت، بلندیٔ مقصد اور احسان و اکرام کی خوبی و بہتری ہم پر واضح ہوچکی ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوس پرستی و لذت اندوزی کا غلبہ ہوتا تو آپ ﷺ عنفوانِ شباب ہی میں کنواری و باکرہ دوشیزاؤں سے شادی کرتے، لیکن مغربی مستشرقین کو ان کے اندھے پن، کینہ پروری اور بے جا بغض وحسد نے کہ جس سے ان کے دل بھرے پڑے ہیں، روشن وواضح حق کی روشنی سے اندھا کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ ترجمہ: ''بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں، پس سچ جھوٹ کا سر توڑ دیتا ہے اور وہ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔'' [الأنبياء : ١٨]

اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہماری گفتگو تمام ہوئی اور ہماری آخری بات یہی ہے کہ ہر طرح کی حمد و تعریف صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

مكة المكرمة — كلية الشريعة والدراسات الإسلامية

فہرست عناوین

صفحات	عناوین	نمبر شمار
۳	حرفِ اوّل	۱
۱۰	تمہیدی کلمات	۲
۱۳	ایک بنیادی شبہہ اور اس کا ازالہ	۳
۱۵	دو اہم اساسی نکتے	۴
۱۹	تعدد زوجات رسول ﷺ کے حِکَم و مصالح	۵
۱۹	(1) تعلیمی حکمت	۶
۲۳	(2) تشریعی حکمت	۷
۲۷	(3) معاشرتی حکمت	۸
۳۰	(4) سیاسی حکمت	۹
۳۶	امہات المؤمنین رضوان اللہ علیہن	۱۰
۳۸	سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	۱۱
۴۱	سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	۱۲
۴۲	سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا	۱۳
۴۵	سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا	۱۴
۴۷	سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۱۵
۴۹	سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۱۶
۵۴	سیدہ ام سلمہ ہند مخزومیہ رضی اللہ عنہا	۱۷
۵۶	سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا	۱۸
۵۷	سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	۱۹
۵۷	سیدہ میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا	۲۰
۶۰	فہرست عناوین	۲۱

❀❀❀